غیر قانونی بمقابلہ غیر اخلاقی

قانون کسی غلط عمل پر سزا تو دے سکتا ہے، لیکن روح کا سامنا صرف ضمیر ہی کر سکتا ہے۔ کوئی شخص عدالتوں، قانونی نظام اور فوری نتائج سے تو بچ سکتا ہے، مگر وہ اپنے اندر کی گہرائیوں میں یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس نے غلط راستے کا انتخاب کیا۔ حقیقی اخلاقیات کا آغاز وہیں سے ہوتا ہے جہاں بیرونی نفاذِ قانون کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ اب سوال یہ نہیں رہتا کہ "کیا میں اس سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں؟" بلکہ یہ ہوتا ہے کہ "کیا میں اس کی حقیقت سے واقف نہیں تھا کہ میں نے ایک غلط عمل کا انتخاب کیا؟" اور جب ایک بار ضمیر بیدار ہو جائے، تو دنیا کی خاموشی یا نظر اندازی بھی بے گناہی کا احساس نہیں دلا پاتی۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے انتہائی سرسری انداز میں، گویا یہ کوئی تکنیکی سوال ہو، ان سے پوچھا تھا، "اگر جھوٹ بولنا اتنا ہی بڑا مسئلہ ہے، تو قانون ہر بار اس پر سزا کیوں نہیں دیتا؟"

انہوں نے فوراً جواب نہیں دیا۔ وہ ہلکا سا مسکرائے، بالکل اسی طرح جیسے وہ تب مسکراتے ہیں جب وہ چاہتے ہوں کہ میں اپنی رفتار دھیمی کروں اور زیادہ غور سے سنوں— صرف الفاظ کو نہیں، بلکہ اس کے پیچھے موجود خیال کو۔

انہوں نے کہا، "اس لیے کہ قانون اور ضمیر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔"

انہوں نے وضاحت کی کہ قانونی نقطہ نظر سے، جرم (Crime) کا دائرہ کار انتہائی محدود ہوتا ہے۔ قانون صرف وہیں مداخلت کرتا ہے جہاں معاشرتی نظم و ضبط کو براہ راست خطرہ لاحق ہو۔ آپ روزمرہ کی زندگی میں جھوٹ بول سکتے ہیں، لوگوں کو دھوکہ دے سکتے ہیں، اور بیانیے بدل سکتے ہیں، اور ممکن ہے کہ قانونی نظام اس سے بالکل لاتعلق رہے۔ لیکن جیسے ہی آپ عدالت میں قدم رکھتے ہیں، حلف اٹھاتے ہیں، اور جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دیتے ہیں، تو اچانک وہی جھوٹ ایک قابلِ سزا جرم بن جاتا ہے۔ انہوں نے کہا، "جرم کی نوعیت قانونی ضابطوں کے ذریعے متعین ہوتی ہے۔ اس کا انحصار دائرہ اختیار، شواہد اور نفاذ کی صلاحیت پر ہوتا ہے۔"

پھر وہ تھوڑا سا آگے جھکے اور کہنے لگے، "لیکن گناہ (Sin) کا تعلق ایک بالکل مختلف زمرے سے ہے۔" انہوں نے اس کی وضاحت انتہائی سادہ ترین الفاظ میں کی۔ جب کوئی شخص یہ جانتا ہو کہ کوئی چیز غلط ہے اور پھر بھی وہ اسے کرنے کا انتخاب کرے—خواہ قانون کی نظر اس پر پڑے یا نہ پڑے—تو اس انتخاب کا ایک اخلاقی وزن ہوتا ہے۔ پورے شعور کے ساتھ کسی برائی کی حمایت کرنا، اسے درست ٹھہرانا، یا اس میں شریک ہونا اب کوئی قانونی مسئلہ نہیں رہتا؛ یہ ایک اخلاقی اور روحانی معاملہ بن جاتا ہے۔

انہوں نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "قانون پوچھتا ہے، 'کیا اسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟' جبکہ ضمیر پوچھتا ہے، 'کیا تم اصل حقیقت سے واقف نہیں تھے؟'"

اس فرق نے مجھے بے چین کر دیا۔

کئی دوسرے لوگوں کی طرح، میں بھی اسی مبہم مفروضے کے ساتھ بڑا ہوا تھا کہ اگر کوئی چیز غیر قانونی نہیں ہے، تو وہ اتنی سنگین نہیں ہو سکتی۔ ہماری تربیت کچھ اس انداز سے کی جاتی ہے، گویا لاشعوری طور پر، ہم اخلاقی فیصلے کرنے کا اختیار کسی بیرونی نظام —قانون، عدالت اور سرکاری ضابطوں— کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی سزا نہ ملے، تو ہم مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اور جب تک کوئی طاقتور قوت دخل نہ دے، تو ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہم محفوظ ہیں۔

لیکن وہ ایک ایسی بات کی طرف اشارہ کر رہے تھے جو کہیں زیادہ تکلیف دہ تھی: یہ کہ اخلاقی ذمہ داری کا آغاز عین اسی جگہ سے ہوتا ہے جہاں بیرونی نفاذ ختم ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک مثال دی۔

دو لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ ایک شخص ایسا بے دھیانی میں، بغیر سوچے سمجھے کرتا ہے اور اس کے اثرات کا ادراک کیے بغیر کسی جھوٹی بات کو دہرا دیتا ہے۔ دوسرا شخص بہت اچھی طرح جانتا ہے کہ سچائی تکلیف دہ، نقصان دہ یا ناگوار ہوگی—اور وہ اس کے باوجود جھوٹ بولنے کا انتخاب کرتا ہے۔ انہوں نے کہا، "ظاہری طور پر دونوں کا فعل ایک جیسا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن باطنی طور پر، ان کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔"

انہوں نے وضاحت کی کہ یہ دراصل وہ 'شعور' ہے جو کسی عمل کو اخلاقی پستی میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جب علم اور انتخاب کا ملاپ ہوتا ہے، تو ذمہ داری جنم لیتی ہے۔

اس بات نے مجھے اپنے روزمرہ کے ان بہت سے فیصلوں پر دوبارہ غور کرنے پر مجبور کر دیا جن پر میں نے کبھی سوال نہیں اٹھایا تھا—یہ جانتے ہوئے بھی خاموش رہنا کہ کوئی چیز غلط ہے۔ کسی جھوٹے بیانیے کا ساتھ صرف اس لیے دینا کیونکہ مخالفت کرنے سے بدمزگی پیدا ہوگی۔ کسی ناانصافی سے فائدہ اٹھانا اور خود کو یہ تسلی دینا کہ "اس کا ذمہ دار میں نہیں ہوں۔" ان میں سے کوئی بھی عمل مجھے عدالت نہیں پہنچا سکتا تھا، لیکن انہوں نے کہا کہ یہ سب ضمیر پر ایک داغ چھوڑ جاتے ہیں۔

انہوں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا، "یہی وجہ ہے کہ مضبوط اخلاقی حس رکھنے والے لوگ اکثر بے چین رہتے ہیں، حالانکہ انہوں نے کوئی غیر قانونی کام نہیں کیا ہوتا۔ ان کی یہ بے چینی سزا کے خوف سے پیدا نہیں ہوتی؛ یہ خود شناسی اور ضمیر کے شعور سے جنم لیتی ہے۔"

وہ محتاط تھے کہ کہیں یہ معاملہ کوئی اخلاقی اضطراب نہ بن جائے۔ انہوں نے کہا، "یہ احساسِ جرم میں مبتلا رہنے سے متعلق نہیں ہے۔ اس کا تعلق ایمانداری سے ہے۔" اور سب سے بڑھ کر، اپنے آپ سے ایمانداری۔

انہوں نے مجھے یاد دلایا کہ قانون کا وجود معاشرے کو منظم کرنے کے لیے ہے، روح کو نکھارنے کے لیے نہیں۔ قانون کی خاموشی کا مطلب منظوری نہیں ہوتا۔ اس کی حدود اچھائی کی تعریف متعین نہیں کرتیں۔ ایک شخص مکمل طور پر قانون کے مطابق زندگی گزار سکتا ہے اور پھر بھی

چھوٹے چھوٹے، شعوری سمجھوتوں کے ذریعے رفتہ رفتہ اپنی دیانت داری (Integrity) کو کھو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا، "اہم یہ نہیں ہے کہ نظام آپ کو پکڑتا ہے یا نہیں، بلکہ اہم یہ ہے کہ کیا آپ خود کو پکڑ پاتے ہیں۔"

ان الفاظ نے دل پر گہرا اثر کیا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں نے کتنی کثرت سے قانونی جواز کو غور و فکر، جوابدہی اور اپنی اصلاح کے خلاف ایک ڈھال کے طور پر استعمال کیا تھا۔ اگر کوئی قاعدہ نہیں ٹوٹا تھا، تو میں سمجھتا تھا کہ کسی چیز کی جانچ پڑتال کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ مجھے ایک اعلیٰ معیار کی طرف دعوت دے رہے تھے، ایک ایسا معیار جسے کسی دوسرے کے سپرد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اسے باہر سے نافذ کیا جا سکتا ہے۔

انہوں نے کہا، "ایک اخلاقی زندگی تب شروع ہوتی ہے جب آپ یہ پوچھنا بند کر دیتے ہیں کہ 'کیا میں اس سے بچ کے نکل سکتا ہوں؟' اور یہ پوچھنا شروع کر دیتے ہیں کہ 'کیا میں جانتا ہوں کہ یہ غلط ہے؟'"

اور سب سے زیادہ لمحہ فکریہ بات یہ تھی: جب آپ سچائی کو جان لیتے ہیں، تو پھر نہ جاننے کا ناٹک کرنا کارگر نہیں رہتا۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ضمیر ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہ نہ تو اونچی آواز میں بولتا ہے، نہ ہی ڈرامائی انداز اپناتا ہے، بلکہ یہ مستقل مزاج رہتا ہے۔

اور قانون کے برعکس، یہ ہر جگہ آپ کے ساتھ رہتا ہے۔